۲۸/۰۶/۰۲
۲۸/۰۶/۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸/۱۱۸-۱۲۰

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان مسائل کے بارے میں

۱۔ قبر میں میت کا کس حد تک قبلہ رخ کرنا ضروری ہے؟ اور اس کی کیا صورت اپنائی جائے؟ پہلو کے نیچے اینٹیں رکھی جائیں یا کھدائی ہی اس طرح کی جائے کہ قبلہ رخ ہو جائے؟

۲۔ کراہت تحریمی سے ادا کی گئی نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ایک کراہت نماز کی ہے دوسری نمازی کی، اول الذکر کا اعادہ واجب ہے ثانی کا نہیں۔ زید اپنے قول میں مصیب ہے یا مخطی؟ اگر مصیب ہے تو بالتفصیل نماز اور نمازی کے افعالِ مکروہ کی امثلہ سے توضیح فرمائیں۔

۳۔ معانقہ کا مسنون طریقہ اور اس کے مواقع مسنونہ کون کون سے ہیں؟

المستفتی۔ محمد راشد ڈسکوی۔ ۲۹۔ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ

بواسطہ مطیع اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً و مصلیاً

۱۔ میّت کو قبر میں دائیں کروٹ پر رکھنا سنت ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ میّت کی دائیں جانب زمین سے متصل رہے اور بائیں جانب آسمان کی طرف بلند، مائل بمشرق ہو، اور میت کو مشرقی حصہ کی دیوار سے سہارا دیا جائے تو چہرہ قبلے کی جانب ہو جائے گا۔

ویوضع علی شقہ الأیمن متوجھا إلی القبلہ لما روی عن علی رضی اللہ عنہ أنہ قال: شہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جنازۃ رجل فقال: یا علی! استقبل بہ استقبالاً، وقولوا جمیعاً: باسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ، وضعوہ لجنبہ، ولا تکبوہ لوجہہ ولا تلقوہ لظہرہ.

(البدائع، کتاب الصلاۃ، الکلام فی الدفن وسننہ: ۲/۶۳، رشیدیہ)

(کذا فی المحیط البرھانی، فصل فی الدفن: ۳/۹۰، إدارۃ القرآن)

ویوضع فی القبر علی جنبہ الأیمن مستقبل القبلۃ.

(الخانیہ علی ھامش الھندیہ، فی غسل المیت وما یتعلق بہ: ۱/۱۹۴، رشیدیہ)

(کذا فی الھندیہ، الفصل السادس فی الدفن: ۱/۱۶۶، رشیدیہ)

۲۔ کراہتِ تحریمی سے ادا کی گئی نماز واجب الاعادہ ہے، زید اپنے قول میں مخطی ہے، کیونکہ مکروہات کا تعلق تو نماز سے ہے نمازی تو صرف اس میں عامل کا درجہ رکھتا ہے، کہ جب

(ورق پلٹیے)

Scanned by CamScanner

وہ مکروہ نماز کا ارتکاب کرے گا تو اعادہ لازم آئے گا، نیز نماز ایک عرض ہے اور اسکا خارج میں وجود ذات کا محتاج ہے، بنداجب بھی کراہت عرض میں ثابت ہوگی تو اسکا تعلق ذاتِ نمازی کے ساتھ بھی ہوگا۔ تاہم جب بھی زید کے پاس اگر اسکی دلیل ہے تو اسکو بیان دو واضح کرے اسکو دیکھ کر جواب دیا جاسکتا ہے۔

(ولها واجبات) لا تفسد بتركها وتعاد وجوبًا في العمد والسهو ..... إن لم يسجد له، وإن لم يعدها يكون فاسقًا آثمًا، فكذا كل صلوة أديت مع الكراهة تجب إعادتها.

(الدر المختار، باب صفة الصلوة: ۲/۱۸۲، ۱۸۳، رشیدیہ).

وتعاد على وجه غير مكروه) أى: تعاد الصلاة للاحتياط على وجه ليس فيه كراهة (وهذا الحكم في كل صلاة اديت مع الكراهة) كما إذا ترك واجبًا من واجبات الصلاة.

(الحنايه على هامش الفتح، باب ما يفسد الصلاة: ۱/۳۹۹، رشیدیہ)

۲ جواب کو جاننے سے پہلے چند تمہیدات پر واقفیت ضروری ہے۔

۱ معانقہ عربی زبان کا لفظ ہے جو باب مفاعلہ کا مصدر ہے عانقہ یعانقہ معانقۃً، اسکے معنی اکثر لغات میں صرف گردن ملانے کے آتے ہیں، البتہ لسان العرب میں التزمہ کا لفظ ہے اور منجد میں إذا جعل يديه على عنقه وضمه الى صدره، ان میں سینے کو ملانا بھی ملتا ہے، عربوں میں اب تک گردن ملانے کا رواج ہے۔

۲ معانقہ کے بارے میں احادیث دو قسم کی ہیں۔ مطلقاً ممانعت، اباحت

۳ جن احادیث میں معانقہ ثابت ہے، ان میں اعتناق گردن ملانا اور بعض احادیث میں جن کے راویوں پر اگرچہ کلام ہے، ضم الی الصدر کا ثبوت ملتا ہے۔ ضم الی البطن کا ثبوت نہیں۔

۴ معانقہ کا منشا ہیجانِ محبت ہے جسکا محل دل ہے، اسلیے معانقہ میں تیاسر اولیٰ معلوم ہوتا ہے اگرچہ عام افعال میں تیامن اولیٰ ہے

۵ مطالعہ احادیث سے جو معانقہ کے مواقع معلوم ہوتے ہیں، وہ تین ہیں، قدوم من السفر، فرطِ محبت، مواقع مسرت

۶ مواقع مسرت مطلقاً نہیں بلکہ وہ مواقع جن میں معانقہ کرنے کو لازم نہ سمجھا جاتا ہو اور اگر اہتمام لزوم اور تارک پر نکیر ہو تو پھر بدعت ہے، جیسے عید الفطر و عید الاضحیٰ

۷ جن احادیث میں التزام ثابت ہے ان کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثبوتِ التزام لقائے کبیرین کے لیے نہیں، بلکہ اصاغر یا ازواج سے فرطِ محبت میں ہے

(جاری ہے)

ان تمہیدات کی واقفیت کے بعد جاننے کہ جب مطلقًا ممانعت اور ثبوت معانقہ دونوں طرح کی احادیث ملتی ہیں، تو تطبیق دینے کیلئے یہ کہا جائے گا کہ ممانعت والی احادیث عام حالات پر اور اباحت والی خاص حالات پر محمول ہیں، نیز معانقہ کرنا مباح ہے مسنون نہیں، کیونکہ سنت کی تعریف ما داوم علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور چونکہ معانقہ میں گردن ملانے یا زیادہ سے زیادہ سینہ ملانے کا ثبوت ہے، لہذا معانقہ کا بھی طریقہ اولی ہے، پیٹ ملانے سے احتراز بہتر ہے، اور آجکل اسکو ضروری چیز سمجھا جارہا ہے اسلیے یہ بدعت ہے، پھر اگر معانقہ میں شہوت کا احتمال ہو تو معانقہ کرنا درست نہیں، اسکے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معانقہ کرنا خصوصًا، سفر سے واپسی، فرط محبت، مواقع مسرت، میں ثابت ہے عمومی حالات (ان تینوں مواقع کے علاوہ) میں ثابت نہیں، لہذا عمومی حالات میں معانقہ کرنے سے احتراز اولی ہے۔

اور جیسے کہ معلوم ہو چکا کہ معانقہ کا منشا هیجان محبت ہے اور اسکا محل دل ہے اسلیے معانقہ میں اولی تیاسر ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قدم زید بن حارثة رضی اللہ عنہ المدینة ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم في بيتي فقرع الباب، فقام إليه النبی صلی اللہ علیہ وسلم عریانًا یجر ثوبه، واللہ ما رأيته عريانا قبله ولا بعده، فاعتنقه وقبله.

(جامع الترمذی، ما جاء فی المعانقة والقبلة، ۲/۱۰۲، سعید).

قال: قلت لابی ذر رضی اللہ عنہ هل كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحكم إذا لقيتموه. قال ما لقيته قط إلا صافحني وبعث إلي ذات يوم ولم اكن في اهلي فلما جئت أخبرت أنه أرسل إلي فاتيته وهو على سريره فالتزمني فكانت تلك اجود واجود.

(سنن أبی داود، باب فی المعانقة، ۲/۳۴۶، رحمانیہ).

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له قال: لا. قال: فيلتزمه ويقبله، قال: لا، قال: فيأخذ بيده ويصافحه، قال: نعم.

(جامع الترمذی، باب ما جاء فی المصافحة: ۲/۱۰۲، سعید).

عن ابی ھریرۃ الدوسی رضی اللہ عنہ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفة النهار لا يكلمني ولا أكلمه حتى أتى سوق بني قينقاع، فجلس بفناء بيت فاطمة رضی اللہ عنہا فقال أثم لكع أثم لكع، فحبسته شيئا، فظننت انها تلبسه سخابا

Scanned by CamScanner

أو لتغسله، فجاء يشتد حتى عانقه وقبله وقال اللهم أحببه
وأحب من يحبه.
(صحيح البخاري، باب ما ذكر في الأسواق، ج١/ص٢٨٥، قديمي).
قال إن حسنًا وحسينًا رضي الله عنهما استبقا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم
فضمهما إليه.
(مشكوة المصابيح، المصافحة والمعانقة، ص:٤٠٣، قديمي).
أخرج الطبراني في الأوسط من حديث أنس رضي الله عنه
كانوا إذا تلاقوا تصافحوا وإذا قدموا من السفر تعانقوا.
(فتح الباري، باب المعانقة، وقول الرجل كيف أصبحت، ١١/٧٠، قديمي).
فهؤلاء أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كانوا
يتعانقون فدل ذلك أن ما روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
من إباحة المعانقة متأخر عما روي عنه من النهي عن ذلك فبذلك نأخذ
(شرح معاني الآثار، المصافحة والمعانقة ٢/٣٠٢، سعيد).
وهذا (أي حديث المعانقة) يدل بسياقه على أن التقبيل
والمعانقة اللذين كرههما أبو حنيفة رحمه الله تعالى، هما
اللذان يكونان على وجه التحية عند اللقاء لا مطلقًا (إلى قوله)
وقد يكونان لهيجان المحبة والشوق والاستحسان
عند اللقاء وغيره من غير شائبة الشهوة وهما مباحان.
(إعلاء السنن، كراهية تقبيل الرجل والتزامه أخاه،
ج١٧/٤٢٤، إدارة القرآن). فقط

والله تعالى أعلم بالصواب وعلمه أتم وأحكم
كتبه محمد رضوان عفي عنه
المتخصص في الفقه الإسلامي
بالجامعة الفاروقية كراتشي
١١/٦/١٤٢٨هـ.

الجواب صحيح
[illegible]

الجواب صحيح
البشير عفرله
١٧/٦/٢٨هـ

جامعة فاروقية كراتشي
دار الافتاء
[illegible]